علامہ ابوحیان اندلسی
حیات و خدمات

ڈاکٹر محمد بلال حسین

مترجم: مولانا محمد حزبیبں کریمی

علامہ امام ابوحیان کا شمار اندلس کے ان اکابر علماء میں ہوتا ہے جنھوں نے عظیم اور عالم گیر شہرت پائی۔ ان کی گراں قدر تصنیفات کو جتنی مقبولیت حاصل ہوئی اتنی اس زمانے کی دیگر تصانیف کو حاصل نہیں ہوسکی یہی وجہ ہے کہ ان کی شخصیت چہار دانگ عالم میں مشہور ہوگئی اور علماء و مورخین نے اپنی کتابوں میں ان کی سوانحی تفصیل سے بیان کی، ان کی بیش قیمت تصنیفات کا تذکرہ بڑے اہتمام سے کیا اور ان کو تفسیر، ادب، نحو اور قرأت کا امام قرار دیا۔

نام و نسب

سوانح نگاروں اور مورخین نے آپ کا نام محمد، کنیت ابوحیان اور لقب اثیر الدین بیان کیا ہے۔ پورا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: ابوعبداللہ اثیر الدین ابوحیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان اندلسی غرناطی، جیانی، نفزی[1]

جائے پیدائش اور وطن

آپ کی ولادت غرناطہ میں سنہ ۶۵۴ھ کو شوال کی آخری تاریخوں میں ایک پڑھے لکھے اور شریف خاندان میں ہوئی۔ بعض مورخین نے بیان کیا ہے ابوحیان کی پیدائش مطخشارش میں ہوئی جو غرناطہ کا شہری علاقہ ہے اور غرناطہ اسلامی اندلس کا اولین مرکز خلافت رہا ہے۔

جو اندلس کا سب سے زیادہ حسین، خوبصورت اور محفوظ ترین علاقہ ہے۔ یہ باغات اور نہروں سے معمور ہے۔ علامہ مقری نے مشہور مورخ صفدی کی اس بات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوحیان کی پیدائش مطخشارش میں ہوئی اس پر تو تمام مورخین کا اتفاق ہے لیکن مطخشارش شہر ہے یہ بات صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ غرناطہ کا ایک مضافاتی گاؤں ہے[۱۲] اس لیے زعینی نے لکھا ہے کہ ابوحیان کی پیدائش غرناطہ کے مطخشارش مقام پر ہوئی۔ یہی خیال ابن جماعہ کا بھی ہے[۱۳]

تعلیم و تربیت

ابوحیان نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر مکمل کی۔ پھر اندلس کے شیوخ اور اہل علم سے کسب فیض کیا انھوں نے خطیب عبدالحق بن علی، ابوجعفر بن الطباع اور حافظ ابوعلی بن الاحوص سے قرآن اور تجوید کی تعلیم حاصل کی اور اندلس کے بہت سے مشائخ سے سماعت کی۔ اس کا ذکر انھوں نے خود اس طرح کیا ہے "میں علماء سے شرف تلمذ حاصل کرتا۔ فقہاء سے استفادہ کرتا اور ان کی مجلسوں میں بیٹھا کرتا اور ان کے طریقوں پر چلا کرتا تھا" اس طرح وہ متعدد علماء عصر سے اکتساب فیض کرتے رہے اور حصول علم کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کرتے رہے یہاں تک کہ مصر میں مستقل پڑاؤ ڈال دیا[۱۴]۔

اندلس کے علماء سے بنیادی علوم حاصل کرنے کے بعد آپ نے وہاں سے رخت سفر باندھا اور بلاد مغرب (مراکش) اور پھر وہاں سے مصر تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء و فضلاء سے کسب فیض کیا۔ وہاں جن علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا ان میں ابوطاہر اسماعیل بن عبداللہ الملیجی، شیخ بہاء الدین بن النحاس، وجیہ الدین بن الدہان قطب القسطلانی اور ابن الانماطی خاص طور سے قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ مصر کے متعدد شہروں جیسے اسکندریہ اور قاہرہ کا اور اس کے علاوہ افریقہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء و فضلا سے قرآن، حدیث اور ادب سے متعلق علوم حاصل کیے[۱۵]۔

فنی طور پر قرآن کی متعدد قرأتیں (پڑھنے کا طریقہ) بیان کی گئی ہیں۔ علامہ ابوحیان ان تمام طریقوں سے واقف تھے۔ اندلس میں وہ قرآن کو سات قرأتوں کے ساتھ پڑھ چکے تھے پھر جب وہ مصر اور افریقہ پہونچے تو وہاں انھوں نے آٹھ قرأتوں کے

قرآن پڑھا[۶] اس کے علاوہ انھوں نے ابوجعفر بن الزبیر اور ابوالحسن حازم بن محمد اندلسی جیسے اکابر علماء سے علم بدیع اور علم بیان کی تحصیل کی[۷] دوسری طرف انھوں نے ابوجعفر ابراہیم ثقفی، شیخ ابوالحسن الابذی، ابن ابی الاحوص، ابن الصائغ اور ابوجعفر اللبلی جیسے علماء سے لغت، نحو، ادب اور مشہور شعرائے عرب کے دواوین پڑھے نیز انھوں نے اندلس، حجاز، مصر اور افریقہ میں تقریباً ساڑھے چار سو شیوخ سے حدیث کی سماعت فرمائی[۸]

مورخین نے بیان کیا ہے کہ علامہ ابو حیان کے غرناطہ کو خیرباد کہنے اور دوسرے ممالک کا رخ کرنے کا سبب ان کی مخصوص مزاجی کیفیت تھی۔ جس کی وجہ سے انھوں نے اپنے استاد ابوجعفر بن الطباع کی مخالفت شروع کردی۔ جب دونوں کے درمیان ان بن ہوگئی تو انھوں نے استاذ کے خلاف تحقیر آمیز رویہ اختیار کیا اور ان کے رد میں کتابیں لکھیں اور ان کی روایتوں کی تکذیب کی۔ جب یہ معاملہ سلطان وقت تک پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ انھیں دربار میں طلب کیا جائے اور سزا دی جائے۔ اس کے بعد وہ خفیہ طور پر سمندر پار کر کے اندلس سے نکل گئے اور مشرق پہونچ گئے اور مسلسل کوچ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مصر میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ جلال الدین السیوطی نے ان کے اندلس سے کوچ کرنے کا ایک دوسرا واقعہ بیان کیا ہے جو پہلے واقعہ سے مطابقت نہیں رکھتا وہ یہ کہ غرناطہ کے ایک منطق و فلسفہ کے ماہر عالم نے سلطان غرناطہ سے درخواست کی کہ میں بڑھاپے کی عمر کو پہونچ چکا ہوں اور موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ لہٰذا مجھے کچھ ایسے طلباء فراہم کر دیجئے جنھیں میں یہ علوم سکھا سکوں تاکہ وہ میرے بعد سلطان کو فائدہ پہونچاتے رہیں۔ ابوحیان فرماتے ہیں کہ اس موقع پر سلطان کو میری نشان دہی کی گئی اور مجھے اچھی تنخواہ اور بہتر سہولیات کی پیش کش کی گئی لیکن میں نے اس سے انکار کر دیا اور اس خدشہ کے تحت کہ میں اس پر مجبور نہ کر دیا جاؤں اندلس کو خیرباد کہہ دیا[۹]

اساتذہ

علامہ ابوحیان نے جن اکابر علماء، فقہاء، ادباء اور محدثین سے کسب فیض کیا

ان کی تعداد کم وبیش ساڑھے چار سو تک ہے بلکہ بعض تذکرہ نگاروں کے بیان کے مطابق ڈیڑھ ہزار سے اوپر پہونچتی ہے۔ کتاب البیان فی شیوخ ابی حیان میں ان کے نام بھی بیان کر دئے گئے ہیں[۱۰] ذیل میں چند اساتذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ ابو عبداللہ رضی الدین محمد بن علی بن یوسف الانصاری الشاطبی بلنشیہ میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں ۶۸۴ھ میں وفات پائی[۱۱] آپ علم قرأت کے ماہر لغت نحو اور علم بیان کے امام تھے ان سے ابوحیان اندلسی جمال الدین المزّی اور قطب الحلبی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ علامہ ابوحیان نے ان کی وفات پر مرثیہ کہا ہے[۱۲]

۲۔ محمد بن علی بن وہب المعروف بابن دقیق العید۔ آپ حافظ، محدث، فقیہ، اصولی، ادیب، شاعر، نحوی، خطیب، امام اور مختلف علوم وفنون کے ماہر، فہم و فراست کے پیکر، خاموش طبع، عامل بالسنۃ اور کثیر المطالعہ تھے[۱۳] آپ حجاز میں بحر احمر کے ایک ساحلی مقام ینبع میں پیدا ہوئے، قوص میں نشو ونما پائی اور مصر میں امور قضا کے ذمہ دار بنائے گئے۔ علامہ ابن دقیق العید نے جملہ اسلامی علوم وفنون میں مہارت حاصل کی اور اپنے ہم عصروں پر فائق رہے۔ آپ سے وقت کے اکابر علماء نے استفادہ کیا۔ آپ کو آفاقی شہرت حاصل ہوئی دور دراز علاقوں سے لوگ آپ کے پاس استفادہ کے لیے تشریف لاتے ان ہی میں ابوحیان اندلسی بھی ہیں جن کو علامہ ابن دقیق العید نے علمی استناد سے سرفراز کیا۔ آپ کی وفات ۷۰۳ھ میں ہوئی[۱۴]

۳۔ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی، العاصمی، الجیانی، الغرناطی۔ آپ مفسر، محدث، مورخ، نحوی، اصولی، ادیب اور بہترین تنقید نگار تھے۔ آپ کی پیدائش جیان میں ۶۲۷ھ میں ہوئی اور وہیں نشو ونما پائی۔ ان سے ابوحیان نے علوم حدیث کی تحصیل کی۔ آپ علامہ موصوف کے اکابر اساتذہ میں سے تھے آپ کی وفات ۸ ربیع الاول بروز منگل ۷۰۸ھ میں ہوئی[۱۵]

۴۔ شیخ ابوالحسن حازم بن محمد بن حسن الانصاری القرطبی۔ آپ لغت، نحو، بیان، عروض اور نظم ونثر کے اپنے زمانے کے منفرد عالم تھے۔ اس کے علاوہ عرب کے احوال واخباران کے لغات اور اشعار کے حافظ تھے۔ آپ کا ایک دیوان

بھی ہے۔[16] ابوحیان نے ان سے نحو، بدیع اور بیان کے علوم حاصل کیے۔ شیخ ابوالحسن حازم نے ۶۸۴ھ میں وفات پائی۔[17]

تلامذہ

علامہ ابوحیان کے شیوخ کی طرح ان کے تلامذہ کی بھی تعداد بہت ہے۔ انھوں نے ان سے کسب فیض ہی نہیں کیا بلکہ ان کے علم کو عام کیا اور ان کا نام بلند کیا۔ ان تلامذہ کے ذریعے ابوحیان کو غیر معمولی شہرت ملی۔ یہاں صرف دو تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ ابوالحسن تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی۔ آپ مفسر، محدث، فقیہ، نحوی، اصولی، لغوی، مورخ، علم قرأت کے ماہر اور مختلف علوم وفنون کے شہسوار تھے۔[18] آپ کی پیدائش ۶۸۳ھ میں مصر کے ضلع منوفیہ کے مقام سبک العید میں ہوئی۔ آپ نے کم سنی میں اپنے والد سے پھر متعدد علماء وفقہاء سے علم فقہ کی تحصیل کی۔ پھر علامہ علم الدین العراقی سے تفسیر، تقی الصائب سے علم قرأت، علامہ باجی سے علم اصول، علامہ ابوحیان سے علم نحو اور علامہ شرف الدمیاطی سے علم حدیث حاصل کیے۔ علامہ جلال القزوینی کے بعد آپ ملک شام میں قضا کے عہدہ پر فائز کیے گئے، پھر دارالحدیث اشرفیہ دمشق میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ایک طویل عرصہ تک آپ نے دمشق جامع مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیے۔[19] آپ کی وفات ۷۵۶ھ میں مصر میں ہوئی۔ صوفیہ کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

۲۔ ابومحمد جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن بن علی الاسنوی۔ آپ مفسر، اصولی، فقیہ، مورخ، نحوی، لغوی، ادیب، شاعر۔ عروض، قافیہ اور فن کتابت کے ماہر تھے۔ مصر کے بالائی علاقہ اسنا میں ۷۰۴ھ میں پیدا ہوئے[20] اور وہیں پرورش پائی اور اسلامی اور عربی علوم حاصل کیے۔ قرآن مجید اور علامہ ابواسحاق شیرازی کی کتاب "التنبیہ" حفظ کرلی۔ پھر اپنے وقت کے مشہور مراکز علم وفن کی طرف سفر کیا اور بڑے بڑے علماء وفضلاء سے استفادہ کیا۔ آپ نے علامہ ابوحیان اندلسی سے عربی قواعد کا درس لیا اور امام ابن مالک کی کتاب "التسہیل" پڑھی۔

اس وقت آپ کی عمر صرف بیس سال تھی۔ علامہ ابوحیان نے آپ کو اسی عمر میں علمی اسناد سے نوازا آپ کی وفات قاہرہ میں ۷۲۲ھ کو ہوئی[۲۱]

عقیدہ ومسلک

علامہ ابوحیان راسخ العقیدہ، بدعات سے مبرا، فلسفیانہ موشگافیوں، اعتزال اور تجسیم جیسے باطل عقائد سے دور ظاہری المسلک تھے۔ جب آپ قاہرہ آئے تو وہاں اس مسلک کی اتباع کرنے والے کم نظر آئے لہٰذا آپ نے شافعی مسلک اختیار کر لیا اور فقہ شافعی کی کتابوں کا مطالعہ کیا[۲۲] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ شروع میں آپ مالکی مسلک کے پیرو تھے جو کہ اندلس اور مراکش میں عام لوگوں کا مسلک ہے۔ پھر ظاہری مسلک کو اندلس میں رواج ملا تو اسے اختیار کر لیا۔ آخر میں شافعی المسلک ہو گئے تھے[۲۳] ابوالبقاء نے بیان کیا ہے کہ علامہ ابوحیان ہمیشہ ظاہری مسلک کے پابند رہے۔ ابن حجر العسقلانی نے اس بارے میں خود علامہ موصوف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "یہ محال ہے کہ جس شخص کے ذہن میں ظاہری مسلک رچ بس گیا ہو وہ اس سے پھر جائے"[۲۴] فی الجملہ ظاہری مسلک تمام اکابر علمار سلف کا مسلک رہا ہے۔ یہ مسلک کتاب وسنت کے ظاہر پر مبنی ہے اور اس میں دور دراز تاویلات اور قیاسی آرار کا دخل نہیں ہوتا۔ اس لیے علامہ ابوحیان کا ظاہری مسلک پر عمل پیرا ہونا ان کے لیے کوئی عیب نہیں ہے[۲۵]

وفات

علامہ ابوحیان اندلسی نے آخر عمر میں مصر میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں آپ کی وفات ۷۴۵ھ میں ہوئی۔ آپ صوفیاء کے قبرستان میں مدفون ہیں[۲۶] علامہ صفدی نے آپ کی وفات کے بعد ایک مرثیہ لکھا تھا[۲۷]

علمی خدمات

ابوحیان ایک مفسر، محدث، مورخ، ماہر قرأت، ادیب، شاعر، لغوی اور نحوی

تھے بلکہ جملہ علوم وفنون میں اپنی مثال آپ تھے، جس طرح علم وادب میں آپ کا کوئی نظیر نہیں تھا اسی طرح تفسیر وحدیث میں بھی آپ فقید المثال تھے۔ علم اسمار الرجال پر آپ کی خصوصی نظر تھی اور علم قرأت کے بھی آپ ماہر تھے۔ صرف ونحو میں بھی آپ کی معلومات وسیع تر تھیں شعر وشاعری کے میدان کے بھی آپ شہسوار تھے[۲۸] اور آپ نے ان تمام علوم وفنون سے متعلق گراں قدر تصنیفات چھوڑی ہیں چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:۔

۱۔ البحر المحیط فی تفسیر القرآن الکریم	۲۔ غریب القرآن
۳۔ کتاب التذکرہ	۴۔ النکت الحسان فی شرح غایۃ الاحسان
۵۔ الاعلام بارکان الاسلام	۶۔ نہایۃ الاغراب فی علمی التصریف والاعراب
۷۔ اللمحۃ البدریۃ فی علم العربیۃ	۸۔ الاسفار الملخص من کتاب الصفات
۹۔ تحفۃ الندس فی نحاۃ الاندلس	۱۰۔ الروض الباسم فی قرأۃ عاصم
۱۱۔ التدریب فی تمثیل التقریب	۱۲۔ خلاصۃ البیان
۱۳۔ منطق الخرس بلسان الفرس	۱۴۔ نور الغبش فی لسان الحبش
۱۵۔ منہاج السالک	۱۶۔ الاثیر فی قرأۃ ابن کثیر
۱۷۔ الوہاج مختصر المنہاج	۱۸۔ شرح التسہیل
۱۹۔ ارتشاف الضرب فی لسان العرب[۲۹]	

انھیں میں سے بعض تصانیف کا خصوصی ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ البحر المحیط فی التفسیر[۳۰]۔ یہ علامہ موصوف کی اہم ترین تصنیفات میں سے ہے جس کے ذریعہ انھیں عالم گیر شہرت حاصل ہوئی۔ یہ ان کا گراں قدر علمی سرمایہ ہے جو ہم تک پہنچا ہے۔ علماء نے اس کو ان کی سب سے قیمتی تصنیف قرار دیا ہے جس میں قرآنی آیات سے متعلق عجیب وغریب مباحث ہیں۔ یہ بنیادی کتاب ہے جو الفاظ قرآن کے اعراب کی مختلف توجیہات سے بحث کرتی ہے۔ اس میں نحوی مسائل سے بحث بہت نمایاں اور بڑے پیمانے پر ہے اسی لیے یہ قرآن کی تفسیر سے زیادہ نحو کی کتاب معلوم ہوتی ہے[۳۱] یہ آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جو مطبعۃ السعادۃ مصر سے ۱۳۲۸ھ میں اور مطبعۃ دار الفکر بیروت سے ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء میں صدقی

محمد جمیل کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

۲۔ اللمحۃ البدریۃ فی علم العربیۃ[۳۲] یہ نحو کی ایک مختصر کتاب ہے جس میں سات ابواب ہیں۔ ابن ہشام النحوی (متوفی ۷۶۲ھ) نے اس کی شرح لکھی ہے اور زین الدین عمر بن مظفر ابن الوردی (متوفی ۷۴۹ھ) اور شیخ محمد بن عبدالرحیم معروف بہ بقراط اور شیخ ابو عبد الرب محمد بن عبد الدائم البرماوی (متوفی ۸۳۱ھ)[۳۳] جیسے علماء نے اس کی تلخیص کی ہے اس کا مخطوطہ دار الکتب الظاہریہ میں موجود ہے (نمبر ۶۳۸۶) یہ ابن ہشام النحوی کی شرح اور ڈاکٹر ہادی نہر کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۷ء میں شائع ہو چکی ہے[۳۴]۔

۳۔ غایۃ الاحسان فی علم اللسان[۳۵]۔ یہ کتاب بھی علم نحو پر مشتمل ہے اور مخطوطہ کی شکل میں دار الکتب المصریہ (نمبر ۲۴) میں موجود ہے بعض اکابر علماء نے اس کی مبسوط شرح لکھی ہے[۳۶]۔

۴۔ ارتشاف الضرب فی لسان العرب[۳۷]۔ یہ عربی قواعد کے بارے میں دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ ابو حیان کی کتاب شرح التسہیل بہت جامع اور مفصل ہے لہٰذا اس کتاب میں انھوں نے استدلال اور تعلیل سے صرف نظر کر کے محض احکام بیان کیے ہیں تاکہ ایک ہی نظر میں معنی مطلوب حاصل ہو جائے اور غیر ضروری غور و فکر کی ضرورت نہ پڑے۔ مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلا حصہ ترکیب سے پہلے کلموں کے احکام پر اور دوسرا حصہ ترکیب کی حالت میں کلموں کے احکام پر ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ان دونوں کتابوں کا شمار علم نحو کی گراں قدر کتابوں میں ہوتا ہے۔ عربی زبان میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ خود علامہ سیوطی نے اپنی کتاب "جمع الجوامع"[۳۸] میں ان سے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر مصطفی احمد النحاس کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۴ھ میں شائع ہوئی ہے[۳۹]۔

۵۔ النکت الحسان فی شرح غایۃ الاحسان[۴۰] یہ کتاب صرف و نحو سے متعلق ابتدائی درجہ کے طالب علموں کے لیے اہل بصرہ کے اصول و قواعد کے مطابق ترتیب دی گئی ہے[۴۱] علامہ عبد الحسین الفتیلی نے اس کتاب کو ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔ اڈنبرا یونیورسٹی برطانیہ میں حسین عبد اللہ الذواد نے اس پر تحقیقی مقالہ

لکھا جس پر انھیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی گئی موسستہ الرسالہ بیروت سے یہ کتاب ۱۴۰۵ھ میں شائع ہوئی ہے [۴۲]

۶۔ کتاب التذکرہ [۴۳]۔ یہ کتاب نحویوں کی سوانح حیات پر چار جلدوں پر مشتمل ہے اس کی تحقیق ڈاکٹر عفیف الرحمٰن نے ۱۴۰۶ھ میں کی ہے [۴۴]

علامہ ابوحیان کا سراپا

علامہ ابوحیان بزرگ، لمبے، خوش آواز، خوبصورت، سرخی مائل خوش رنگ تھے، داڑھی بڑی اور بال لمبے تھے۔ یہ ان کا ظاہری حلیہ تھا باطنی طور پر وہ متقی، پرہیزگار اور اللہ سے انتہائی ڈرنے والے جب بھی قرآن سنتے رونے لگتے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔ یہی حال غزلیہ اشعار سننے کے وقت بھی ہوتا تھا۔ اشعار رزم کے ہوں یا بزم کے آپ انھیں سن کر اکثر متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے، [۴۵] مگر جود وسخا پر مشتمل اشعار سن کر آپ کے اندر وہ تاثر پیدا نہیں ہوتا تھا جو غزل اور دیگر اشعار سن کر ہوتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کی طبیعت میں کسی قدر بخل پایا جاتا تھا۔ تذکرہ نگاروں نے بیان کیا ہے کہ وہ کتابیں خریدنے کے بجائے عاریتاً لے کر پڑھنے کو ترجیح دیتے تھے [۴۶] ان کے بعض اشعار سے بھی ان کی اس کمزوری کا پتا چلتا ہے [۴۷]

علماء کی مدح وتحسین

علامہ ابوحیان نابغۂ روزگار تھے۔ مختلف علوم وفنون میں آپ کی علمی خدمات سے کوئی بھی انصاف پسند شخص انکار نہیں کرسکتا یہی وجہ ہے کہ پورے عالم میں علماء نے آپ کی علمی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

شوکانی فرماتے ہیں" ابوحیان تفسیر اور عربی زبان کے امام کبیر تھے۔ [۴۸]

الادفوی فرماتے ہیں" ابوحیان قابل اعتبار، صاف گو اور سراپا حجت تھے۔ [۴۹]

الکمال جعفر فرماتے ہیں" ابوحیان اپنے زمانے کے ایسے عالم اور ادب عربی کے ایسے مجدد تھے کہ اس میدان میں ان سے کوئی ہم سری اور برابری کا

دعویٰ نہیں کرسکتا [۵۰]

ذہبی فرماتے ہیں "ابوحیان مختلف علوم وفنون کے ماہر، عربی ادب میں حجت اور مصر کے احوال کے واقف کار تھے اور اس بارے میں ان کی بہترین علمی خدمات ہیں [۵۱]

الداؤدی فرماتے ہیں۔ "ابوحیان عربی لغت اور نحو صرف میں درجۂ اعتماد پر فائز تھے [۵۲]

الاسنوی فرماتے ہیں "ابوحیان اپنے زمانے میں نحو، لغت، قرآت، حدیث اور شعر ادب کے امام تھے ساتھ ہی آپ خوش الحان تھے، حافظہ قوی اور ذہن تیز تھا [۵۳]

الا دلسوی فرماتے ہیں "ابوحیان مختلف علوم وفنون کے امام تھے ان سے کافی فائدہ اٹھایا گیا۔ ان کے دور میں ان کی سبقت اور امامت پر لوگوں کا اتفاق تھا اور انھوں نے بہت مقبول کتابیں تصنیف کیں [۵۴]

ابن العماد الحنبلی فرماتے ہیں" ابوحیان اپنے زمانے کے نحوی، لغوی، مفسر محدث، ماہر قرآت، مورخ اور ادیب تھے [۵۵]

مناع القطان فرماتے ہیں" ابوحیان ایک طرف لغت کے عظیم امام تھے تو دوسری طرف تفسیر، حدیث، اسمار الرجال، طبقات الرجال اور خصوصاً بلاد مغرب کے رجال سے واقفیت میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔

صفدی فرماتے ہیں "میں نے ان کو ہمیشہ علم میں مصروف دیکھا ہے۔ یا تو وہ مطالعہ کرتے، لکھتے یا سماعت کرتے تھے اس کے علاوہ ان کو کسی دوسرے کام میں وقت ضائع کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ [۵۶] غرض کہ علامہ ابوحیان ایک جید عالم، عظیم مفسر، نابغۂ روزگار نحوی، تاریخ اور اسمار الرجال کے ماہر، لغت وادب کے شہسوار امام کبیر تھے۔ جن کی شہرت کا چہار دانگ عالم میں ڈنکا بج رہا تھا۔

مراجع وحواشی

۱ لسان الدین الخطیب، الاحاطہ فی اخبار غرناطہ ج ۳ ص ۴۳ دار المعارف، مصر،
۲۳۶

جلال الدین سیوطی، بغیۃ الوعاۃ ج ۱ ص ۲۸ المکتبہ العصریہ، بیروت ۔
۲؎ المقری، نفح الطیب ج ۴ ص ۳۱۴ - ۳۱۵ المطبعۃ الازہریۃ مصر ۱۳۰۲ھ
۳؎ شماع ابراہیم عبدالرحمٰن المنصور، ابیات النحو فی تفسیر البحر المحیط ص ۱۷ دار التراث العربی مکۃ المکرمۃ ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء
۴؎ ابوحیان، البحر المحیط ج ۱ ص ۱۱ دارالفکر بیروت ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء
۵؎ ابن العماد الحنبلی، شذرات الذہب ج ۶ ص ۱۴۶-۴۵
۶؎ مصطفٰی ابراہیم المشنی، مدرسۃ التفسیر فی الاندلس ص ۱۰۵ - ۱۰۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۶ھ
۷؎ شذرات الذہب ج ۶ ص ۱۴۵
۸؎ بغیۃ الوعاۃ ج ۱ ص ۲۸۰
۹؎ نفس مصدر ج ۲ ص ۲۸۱
۱۰؎ نفس مصدر ص ۲۸۰
۱۱؎ نفح الطیب ج ۸ ص ۲۶۲ عمر رضا کحالہ، معجم المولفین ج ۳ ص ۵۵۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء
۱۲؎ بغیۃ الوعاۃ ج ۱ ص ۱۹۴
۱۳؎ الشوکانی، البدر الطالع ج ۲ ص ۱۱۵ - دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۸ء معجم المولفین ج ۳ ص ۵۳ ۔ ۵۴ خلیل بن ایبک الصفدی، الوافی بالوفیات ج ۴ ص ۱۹۳ دارالاندلس بیروت ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
۱۴؎ طاش کبریٰ زادہ، مفتاح السعادہ جز ۲ ص ۲۱۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۳۷ اصح المطابع دہلی ۱۳۷۹ھ/۱۹۲۰ء، اسماعیل پاشا بغدادی، ہدیۃ العارفین ج ۲ ص ۱۴۰ داراحیاء التراث العربی
۱۵؎ معجم المولفین ج ۱ ص ۸۸ بغیۃ الدعاۃ ج ۱ ص ۲۹۹
۱۶؎ نفس مصدر ص ۴۹۲
۱۷؎ معجم المولفین ج ۱ ص ۵۱۹
۱۸؎ ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۷۲ ۔ ۱ ابخوالنساری، روضۃ الجنات ص ۹۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۹؎ معجم المولفین جزر ۲ ص ۱۶۴

۲۰ھ جمال الدین الاسنوی، نہایۃ السول، مقدمہ ج ۱ ص ۵ عالم الکتب بیروت
۲۱ھ نفس مصدر ص ۵
۲۲ھ بغیۃ الوعاۃ ج ۱ ص ۲۸۲
۲۳ھ مدرسۃ التفسیر فی الاندلس ص ۱۰۵
۲۴ھ البدر الطالع ج ۲ ص ۱۵۵
۲۵ھ نفس مصدر
۲۶ھ الدکتور حسین الذہبی، التفسیر والمفسرون ج ۱ ص ۳۱۸ دار الکتب الحدیثیہ مصر ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۶ء
۲۷ھ بغیۃ الوعاۃ ج ۲ ص ۸۴-۲۸۳
۲۸ھ ابوحیان، البحر المحیط مقدمہ ص ۵ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ، البدر الطالع ج ۲ ص ۱۵۴
مدرسۃ التفسیر فی الاندلس ص ۱۰۴
۲۹ھ ابیات النحو فی تفسیر البحر المحیط ص ۲۱-۲۶
۳۰ھ حاجی خلیفہ کشف الظنون ج ۱ ص ۲۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۱ھ التفسیر والمفسرون ج ۱ ص ۳۱۸
۳۲ھ کشف الظنون ج ۲ ص ۱۵۶۱
۳۳ھ نفس مصدر
۳۴ھ ابیات النحو فی التفسیر البحر المحیط ص ۲۳
۳۵ھ نفس مصدر ص ۲۲
۳۶ھ کشف الظنون ج ۲ ص ۱۱۸۹
۳۷ھ نفس مصدر ج ۱ ص ۶۱
۳۸ھ نفس مصدر
۳۹ھ ابیات النحو فی تفسیر البحر المحیط ص ۲۵
۴۰ھ نفس مصدر ص ۲۲
۴۱ھ ابوحیان، النکت الحسان فی شرح غایۃ الاحسان تحقیق الدکتور عبدالحسین الفتیلی ص ۹
۴۲ھ ابیات النحو فی تفسیر البحر المحیط ص ۲۲
۴۳ھ نفس مصدر

۴۴ھ نفس مصدر

۴۵ھ ابن حجر العسقلانی، الدرالکامنہ ج ۴ ص ۳۰۳

۴۶ھ نفس مصدر

۴۷ھ البدر الطالع ج ۲ ص ۱۵۶

۴۸ھ نفس مصدر

۴۹ھ بغیۃ الوعاۃ ج ۲ ص ۲۸۲

۵۰ھ الدر الکامنہ ج ۲ ص ۳۰۲

۵۱ھ نفس مصدر

۵۲ھ مدرسۃ التفسیر فی الاندلس ص ۱۰۵

۵۳ھ الدر الکامنہ ج ۴ ص ۳۰۹ - ۳۱۰

۵۴ھ احمد بن محمد الادنسوی، طبقات المفسرین، مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ ۱۴۱۶ھ ص ۲۷۹

۵۵ھ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۴۴

۵۶ھ مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن مکتبۃ العارف الریاض ۱۴۰۸ھ ص ۳۶۷

۵۷ھ البدر الطالع ج ۲ ص ۱۵۴

ماخذ: سہ ماہی الدراسات الاسلامیہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد پاکستان ج ۳۶ شمارہ ۴

اکتوبر ــ دسمبر ۲۰۰۱ء، جمادی الثانی۔شعبان ۱۴۲۲ھ

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی ایک اہم کتاب

ایمان وعمل کا قرآنی تصوّر

الطاف احمد اعظمی

○ ایمان وعمل کے مروجہ تصور کی کمزوریوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ ○ قرآن وسنت کے نقطۂ نظر کی مدلل اور دلنشیں تشریح کرتی ہے ○ ایمان وعمل کے تقاضے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ واضح کرتی ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ خوبصورت سرورق۔ صفحات ۲۸۰ قیمت ۲۵ روپئے لائبریری ایڈیشن ۴۰ روپئے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲